

رحمان مذنب کی افسانہ نگاری اور موضوعات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

عاصمہ پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو جامعہ پشاور
پروفیسر ڈاکٹر روبینہ شاہین (صدر نشین) شعبہ اردو جامعہ پشاور

ABSTRACT:

Rehman Muznib was a renowned writer of his times. The collection of his write ups was mainly short stories. He contributed a life time for writing. His stories were focused for specific purpose to have a positive impact on the society. He earned name for his writings about gay people and prostitute. The character of his stories was found in lower and oppressed section of the society to change the negative mentality and attitude of common people towards prostitution.

His write ups cover all the topics that have positive impact on the society and common people. The article shown below is about the short stories and topics of Rehman Muznib.

کوئی بھی ادیب اپنے احساسات، تجربات، جذبات اور مشاہدات کی عکاسی ادب کے بل بوتے پر کرتا ہے۔ اور اس اظہار کے لیے وہ مختلف اصناف ادب کا سہارا لیتا ہے۔ بلاشبہ اردو کی مختلف اصناف میں سے افسانہ کو شاعری کے بعد زیادہ توجہ حاصل ہوئی۔ جس کی وجہ سے افسانہ بڑی تعداد میں لکھا جانے لگا۔ اردو کے مختلف افسانہ نگار اپنے اسلوب، موضوع اور تکنیک کے حوالے سے اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں انہی میں ایک نام رحمان مذنب کا بھی ہے۔ رحمان مذنب ایک ہمہ جہت اور ہمہ وقت لکھنے والے ادیب تھے۔ انھوں نے اپنے عہد کے بڑے بڑے ادبی پرچوں کو اپنے خوبصورت اور دل آویز تحریروں سے سجایا۔ لیکن اُن کا مخصوص میدان افسانہ ہے انھوں نے بطور افسانہ نگار ہی زیادہ نام بھی پایا۔ اُن کی ادبی زندگی ساٹھ سال کی طویل عرصے پر مبنی ہے۔ اُن کی تحریروں سے قارئین کی لگ بھگ تین نسلوں نے استفادہ کیا تاہم ناقدین ادب نے اُن کے تحریروں کو نظر انداز کیا۔ لیکن ایسے میں ڈاکٹر وزیر آغا، مرزا حامد بیگ اور ڈاکٹر انور سدید نے آگے بڑھ کر انھیں نئے سرے سے دریافت کیا۔ اور ان کے فن و شخصیت پر قلم اٹھایا اُن پر کچھ نہ کچھ لکھ کر اپنا فرض ادا کیا۔ تاہم رحمان مذنب شہرت اور ناموری سے بے پروا اپنی تنہائی اور درویشی کو اپنی خوبصورت تخلیقات کی نذر کرتے رہے۔ اور لاہور کی پرانی تہذیب اور روایت کو اپنے تخلیقی فن کا حصہ بنانے میں

مصروف عمل رہے۔ شہرت کی خاطر انھوں نے کسی گروہ کی بجائے اپنے قلم سے تعلق جوڑا۔ اور اسی قلم کی بدولت انہوں نے زندگی پائی۔ رحمان مذب کا شمار اردو ادب قبیلے کے ان افراد میں ہوتا ہے جن کے افسانے، اسلوب، مقصدیت، موضوع، زبان و بیان اور تکنیک کے اعتبار سے معیاری ہیں۔ اُن کی موضوعات کی فہرست بڑی طویل ہے اور زندگی کا شاید ہی کوئی موضوع اس کے قلم سے بچ نکلا ہو۔ لیکن اُن کو زیادہ شہرت بازاری عورتوں پہ افسانے لکھنے سے ملی نفسیات سے متعلق افسانہ نگاروں میں رحمان مذب کی نمایاں پہچان تیسری جنس یعنی بیچڑوں اور طوائف سے متعلق افسانہ نگاری ہے۔ ناقدین ادب نے رحمان مذب کو خوشبودار عورتوں کا افسانہ نگار کہا ہے۔ رحمان مذب کا افسانہ لکھنا اور پھر ایسے متنازعہ موضوع پہ لکھنا کسی کرشمہ سے کم نہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق مذہبی گھرانے سے تھا۔ ان کے باپ دادا مفتیان شاہی مسجد رہ چکے تھے۔ گھر میں ہمیشہ قرآن، تفسیر، حدیث اور دینی مسائل پر بحث ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ گھر کے دیگر افراد بھی کتب بینی کا شوق رکھتے تھے۔ گھر میں سب نے اپنی پسند اور دل چسپی کے مطابق کتابوں کا مطالعہ کر کے ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنا تھی۔ معروف نقاد ڈاکٹر انور سدید کے ساتھ مکالمے میں اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے رحمان مذب کہتے ہیں کہ:-

"حضرت یوسف اور زلیخا کا قصہ، جنگ بدر، جنگ احد اور جنگ خندق ایسی مہمات نیز رسول پاک ﷺ کی زندگی کے واقعات اور انٹ نقوش کا بیان والد صبح کے درس حدیث میں کرتے، میں بھی سنتا۔ سہ پہر کو علمی اور سیاسی نشست ہوتی۔ میرا مجلس والد ہوتے۔" (۱)

رحمان مذب کا اس موضوع پر لکھنا بھی لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ ایک علمی گھرانے کا لڑکا جس کے گھر میں درس و تدریس کا اہتمام ہوتا آخر اس موضوع کا انتخاب کیوں کرے گا۔ اس کا سادہ جواب یہ ہے کہ رحمان مذب کے گھر اور باہر کے ماحول میں ہم آہنگی نہ تھی۔ ان کا گھر ناچنے، گانے والیوں، طوائفوں اور بیچڑوں کے محلے میں تھا۔ جس کی وجہ سے ان کا روز اس طبقے سے واسطہ پڑتا۔ طوائف کے کوٹھوں کے پہلو میں رہ کر اس ماحول سے متاثر تو ہونا ہی تھا۔ اور پھر ادیب تو ہوتا ہی ہے اپنے معاشرے کو بیان کرنے والا۔ گورحمان مذب کا گھر پاک تھا، مقدس تھا مگر محلہ غلیظ اور گناہوں سے تر رہتا۔ رحمان مذب ان کیفیات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ:-

"گھر میں علم تھا، پاکبازی تھی، درویشی تھی، دانائی تھی۔ باہر افسانہ اور ڈرامہ تھا۔ ہر آن کوئی واقعہ، کوئی سانحہ دیکھنے میں آتا۔۔۔۔۔۔ بے وفاؤں کی بستی میں، کوٹھی خانوں کے کونوں میں،

کلال خانے میں اور بھرے بازار میں دن اور رات میں کیا کیا گل کھلتے۔ حسن و عشق کے جوالا مکھیوں میں پروانے کس طرح جلتے مرتے، جنت اور جہنم کے حیرت خیز مناظر کم و بیش ساٹھ سال تک میں نے دیکھے۔ یہ تماشے مجھ پر گزرے، کنارے پر کھڑے ہو کر نہیں، جوالا مکھی میں کود کر تجربہ کیا۔" (۲)

رحمان مذنب کو قریب سے اس ماحول کو دیکھنے کا موقع ملا وہ طوائفوں کی زندگی کے عینی شاہد تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے مشاہدے کو افسانوں میں اس طرح پیش کیا کہ اپنی مثال آپ بن گئے۔ بعض لوگ اُن کی طوائف نگاری کو اپنے مذہبی گھرانے اور ماحول سے بغاوت قرار دیتے ہیں۔ جہاں ہر روز قرآن و حدیث اور فقہ کی کتابیں پڑھی جاتی تھیں۔ لیکن اس بات میں کوئی وزن نہیں۔ کیونکہ وہ بخوشی ایسی علمی محفلوں اور مجلسوں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ انھوں نے اپنے والد کے زیر نگرانی دینی تعلیم بھی حاصل کی۔ انھوں نے یہ بغاوت اپنے گھریلو ماحول سے نہیں بلکہ اس ماحول و معاشرے سے کی جہاں بیسویں مسجد اور مدرسہ نعمانیہ جیسی اسلامی درسگاہ موجود ہونے کے باوجود طوائف کا بازار بھی اس مقدس جگہ کا حصہ بنا دیا گیا تھا۔ جہاں دن رات جسم فروشی کا دھندہ چل رہا تھا۔ تو ایسے میں رحمان مذنب نے اپنے قلم کو آلہ کار بنا کر طوائف کو موضوع بنایا۔ اس گندے اور غلیظ دھندے کے پردے چاک کئے اور اپنی تحریروں کے ذریعے ان کو سامنے لایا۔ طوائف کے کوٹھوں پر ہونے والے واردات کی جزئیات بیان کر کے قارئین تک پہنچائے۔ اس گھناؤنے کاروبار پر پڑے پردے نوج ڈالے تو ایسے میں یہ بغاوت طوائف کے ماحول سے ہے اپنے مذہبی گھرانے سے نہیں۔

اس موضوع پر لکھے گئے رحمان مذنب کے افسانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے طوائف اور اس کے ماحول کے حوالے سے بڑی گہرائی سے لکھا اس کی زندگی کا ہر رخ بے نقاب کیا۔ انھوں نے نہ صرف طوائف کی موجودہ زندگی اور سرگرمیوں کو موضوع بنایا بلکہ اس تلخ حقیقت کی نقاب کشائی بھی کی کہ ایک عورت جو انسان ہے، صنف نازک ہے طوائف بننے پر کیوں مجبور ہوئی۔ عورت کی جگہ چونکہ گھر اور چار دیواری ہے اور یہ ایک ایسی مخلوق ہے جس کو پردوں میں چھپایا جاتا ہے۔ اس کے معاشی ضروریات کا بوجھ ایک فرد کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے۔ چاہے وہ باپ کی صورت میں ہو، بھائی کی صورت میں یا خاوند کی صورت میں ہو، وہ ایسے گھناؤنے راستے کا انتخاب کیوں کرتی ہے۔ اسے کن معاشرتی رویوں اور حالات نے اس کام پر مجبور کیا ہے۔ اور وہ گھر کی چار دیواری کی بجائے بازار میں بیٹھنے پر مجبور ہو گئی۔ انھوں نے طوائف کی تدریجی تنزل سے اپنی کہانیوں کا تار و پود بُنا ہے۔ اُن کی کہانیوں سے وہ سارا

پس منظر سامنے آتا ہے جو عورت کو طوائف بننے پر مجبور کرتا ہے۔ اور وہ سارے کردار بے نقاب ہوتے ہیں جو عورت کو گھر کے چار دیواری سے نکال کر کوٹھے پر بٹھا دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر مرزا حامد بیگ نے رحمان مذنب کی افسانہ نگاری کو کچھ یوں سراہا ہے:-

"رحمان مذنب کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے تیسری جنس، پیشہ کرانے والی عورت اور شہوت میں بھٹتے ہوئے افراد کی نفسی کیفیات کو تمام تر جزئیات اور تاریخی پس منظر کے ساتھ اپنے افسانوں میں سمیٹنے کا جتن کیا ہے۔ بطور افسانہ طراز، رحمان مذنب اپنے پسندیدہ لینڈا سکیپ (خصوصاً ہجڑوں کی بیٹھک یا چکلے) پر چھوٹا کھیل نہیں کھیلتے، بڑی بازی لگاتے ہیں۔ جس کے طفیل ان کا قاری ہجڑے، طوائف اور تماشین کے علاوہ نو سر باز کبابے، جیب تراش، دلے اور سفید کپڑوں میں پولیس کے کارندوں کی حقیقت تک پہنچتا ہے۔ اس خصوص میں رحمان مذنب کے گوری گلاباں میتلی جان، گشتی، لال چو بارہ، چڑھتا سورج وغیرہ لازوال افسانے ہیں" (۳)

رحمان مذنب کے افسانوں میں جتنے بھی کوٹھے، بالا خانے، تکیے، جو خانے اور چانڈو خانے ہیں وہ سارے اُن کے مشاہدے کا عکس معلوم ہوتے ہیں۔ رحمان مذنب کے افسانوی ادب میں لاہور کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اُن کے ہاں پرانا لاہور یعنی ثقافتی لاہور نظر آتا ہے۔ اُنھوں نے لاہور کے سرزمین پر آنکھیں کھولی، جنم لیا اور شعور سنبھالا اور وہیں اُٹھتے بیٹھتے رہے۔ اُن کی سوچ، خیالات، احساسات اور مشاہدات ہے۔ اپنے علاقے اور ماحول سے اُن کا تعلق گہرا ہے۔ اُن کے قلم نے اپنے ماحول اور علاقے کے حالات و واقعات کو روشنائی بخشی اور محفوظ کر لیا۔ ایک ادیب و تخلیق کار کی بڑی خوبی و کامیابی اسی میں ہوتی ہے کہ وہ اپنے عہد اور ارد گرد کے ماحول، حالات و واقعات کو اپنے فن پاروں میں پیش کرتا ہے۔ اپنے عہد، معاشرت اور تہذیب کو اپنی تخلیقات کے ذریعے دوام بخشتا ہے اور اسی سے فن کی بقا ہوتی ہے۔ اگر مذنب کے افسانوی ادب کا جائزہ لیا جائے تو اس کی پہلی خوبی یہ نظر آتی ہے کہ اُنھوں نے اپنے عہد کے حالات و واقعات، ارد گرد کے ماحول و معاشرت کو اپنے تخلیقات کا موضوع بنایا۔ وہ اپنے دور کے واحد فن کار ہے جس نے سات دہائیوں کے بازار کو اپنی روایات اور تفصیلات کے ساتھ بھرپور انداز میں پیش کر کے، ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا۔ رحمان مذنب کا کمال یہ ہے کہ اُنھوں نے طوائف کو دریافت کیا۔ اس کی تہہ در تہہ ہستی، اس کی اندرونی اور پوشیدہ زندگی اور اس کے خدو خال، حالات اور معاملات کو جاننا۔ اس کی کاروباری زندگی، اس کی محبتوں اور وفاؤں کی حقیقت سے پردہ سرکایا۔ اس کی ذمہ داریوں، ضرورتوں اور مجبوریوں کو سامنے لایا۔ لوگ کس طرح طوائف کے

چوکھٹ پر آکر جھک جاتے اور چت جاتے ہیں یہ ساری جزئیات رحمان مذنب کے فن پاروں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ انھوں طوائف کی زندگی کو اس کے اصل روپ میں پیش کیا۔ وہ روپ جو طوائف اور عورت کے مابین ہونے والے کشمکش ختم ہونے کے بعد سامنے آتا ہے اور پھر کسی مذہبی اور سماجی قیود و حدود اور ضوابط کو خاطر میں نہیں لاتی۔ انھوں نے ایسی عورت کو پیش کیا ہے جو کسی کشمکش یا تذبذب کا شکار نہیں بلکہ ہر آزمائش و مصیبت سے گزر کر جسم فروشی کو اپنی ضروریات زندگی کے لیے آخری وسیلے کے طور پر اختیار کر لیتی ہے اور پھر جیسے اپنی کشتیوں کو جلا کر واپسی کے سارے راستے اور امکانات ختم کر دیئے ہو۔ انھوں نے بطور خاص طوائف اور بازار حسن کو موضوع بنایا اور اس سے وابستہ چھوٹے چھوٹے کرداروں کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ رحمان مذنب کے گھر کا ماحول مذہبی تھا لیکن باہر نکلتے ہی شرف و فتنوں سے واسطہ پڑتا۔ اور یہیں سے رحمان مذنب کو اپنے افسانوں کے خام مواد ملتا رہا۔ اس لیے جب انھوں نے میدان ادب میں قدم رکھا تو افسانوں میں ہجڑوں اور طوائف کو اپنا موضوع بنایا۔ وہ اپنے کردار، اپنے ارد گرد کے ماحول اور اکثر نچلے اور مظلوم طبقے سے تلاش کرتے رہے۔ اور معاشرے کے دوڑنے چہرے کو بے نقاب کرنے کے لیے میدان ادب میں کود پڑے۔

رحمان مذنب معاشرے کے اس طبقے کا افسانہ نگار ہے جہاں طوائف پیدا ہوتی ہیں، پروان چڑھتیں اور ایک عالم کو لوٹنے کے بعد اپنے فن اور کلچر کا ورثہ اگلی نسلوں تک منتقل کرنا اپنا فرض سمجھتی ہیں۔ رحمان مذنب چونکہ طوائف اور بازار حسن کے پڑوس میں رہ چکے ہیں۔ اس لیے اس بازار سے متعلق کئی قسم کے کردار اُن کے مشاہدے اور تعلق میں رہ چکے ہیں۔ اس بازار اور طوائف کے پیشے کے پیش کش میں رحمان مذنب جیسا کوئی افسانہ نگار نظر نہیں آتا۔ انھوں نے جو دیکھا وہی پیش کیا۔ انھوں نے اپنے افسانوں کے لیے خام مواد کسی خیالی یا فرضی دنیا سے نہیں اپنے ارد گرد کے ماحول و معاشرے سے چنا ہے۔

بعض ناقدین ادب جیسے ڈاکٹر وزیر آغا اور انور سدید نے بھی اُن کے فن پاروں میں موجود طوائف کے کردار کے بارے میں کہا ہے کہ اُن کے فن پاروں میں موجود بازاری عورت کے دل میں خانہ دار یا گھریلو عورت بننے کی آرزو جنم ہی نہیں لیتی۔ لیکن ایسا نہیں کیونکہ انھوں نے بعض کہانیوں میں طوائف و عورت کے اس کشمکش کو دکھایا ہے۔ طوائف کے مردہ ضمیر کو جاگتے اور اس میں عورت کے خوابیدہ روپ اُٹھتے دکھایا ہے۔ اس لیے اُن کے افسانوں میں خیر و شر یا عورت و طوائف کے باہمی کشمکش اور آویزش کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ "باسی گلی" کی ایشاں جو ناموافق حالات کے تحت اپنے پیٹ پالنے کے لیے جسم فروشی کا دھندہ شروع کر دیتی ہے۔ لیکن اُن کی دل میں واپس جانے کی خواہش بار بار کروٹ لیتی ہے۔ آخر کار واپس جانے کی کوشش میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس طرح "خلاء" کی نوچندی

بھی اپنا گھر بنانے کی خواہش رکھتی ہے لیکن کامیاب نہیں ہوتی اس طرح افسانہ "بالی" کا مرکزی کردار بھی اپنی اس خواہش میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بلوری بلبل اور کوباں کی کامیابی بھی موجود ہے۔ اس طرح افسانہ "گوری گلاباں" کا کردار گلاباں بھی یہی خواہش رکھتی ہے کہ کوئی اس سے بیاہ کرے "آغوش شرر" کی مہر النساء بھی۔ اس طرح "بدر بہادر ڈکیٹ" میں موجود نین تارا بھی گھر بسانے کی خاطر اپنی نانیکہ سمیت اس دھندے کو خیر باد کہہ دیتی ہے۔ ناول "گل بدن" میں موجود طوائف کا کردار بھی اگرچہ ایک خاندانی طوائف ہے۔ اور اس کی تربیت بھی ان خطوط پر ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف خود یہ دھندہ خوش اسلوبی سے جاری رکھے اور اگلی نسلوں تک منتقل کرے۔

رحمان مذنب نے اپنے افسانوی سرمایے میں صرف طوائف، اس کے شب و روز اس کے ماحول اور اس پیشے سے وابستہ ہونے کی وجوہات کے بارے میں معلومات نہیں دی بلکہ انھوں نے موضوع کے لحاظ سے عام عورت کی کردار کے مختلف روپ اور مسائل کو اپنے فن پاروں کا موضوع بنا کر فنی سطح پر بھی اپنے موضوعات کو معتبر بنانے کی کوشش کی۔ ایسے افسانوں میں پھول سائیں، پھر کی، کیسری لاجپا، صحر اکا انتقام، بیڈ منٹن، رام پیاری، قیصری اور پرانا شہر شامل ہیں۔ جن کے ذریعے انھوں نے گھروں میں محفوظ عورتوں کو موضوع بنایا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی بہترین افسانے تخلیق کیے ہیں۔ یہ افسانے اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے کہ موضوعاتی سطح پر رحمان مذنب یکسانیت اور تکرار کا شکار نہیں۔ "موتیوں والی سرکار" کے ذریعے بھی انھوں نے عورت کی ذات اور اس کی گھریلو زندگی سے غفلت کو موضوع بنایا ہے نیز اس کے ذریعے رحمان مذنب نے مرد کی طرف سے عورت کو ملنے والی بے جا آزادی پر بھی گرفت کی اور گھر کی بربادی کا دونوں کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ انھوں نے سنہینتالیس کے فسادات کا نقشہ اپنے افسانہ "جلتی بستی" میں کھینچا ہے۔ اس طرح "کوہسار زادے" میں پختون قوم برطانوی سامراج سے نبرد آزما نظر آتی ہے۔ "زہریلی عورت" میں انھوں نے اسرائیل اور یہودیوں کی چالاکوں کا ذکر کیا ہے۔ "رام پیاری" میں ۱۹۷۱ء کی جنگ اور تقسیم پاکستان کا ذکر ہے۔ افسانہ "بھوکی امنگ" میں غیر شادی شدہ نوجوانوں کے مسائل اور نفسیات کی عکاسی کی ہے، ان فن پاروں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رحمان مذنب نے طوائف اور عورت کی زندگی کے ہر پہلو کے ساتھ ساتھ معاشرتی زندگی کے دیگر موضوعات کو بھی فنی چابک دستی کے ساتھ اپنے فن پاروں میں پیش کیا۔ تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے اپنی بیشتر فن پاروں میں عورت کو مرکزی حیثیت سے پیش کر کے یہ تاثر غلط قرار دیا کہ عورت معاشرے معاشرے کی غیر اہم یا کمزور ہستی ہے۔ رحمان مذنب ایک اچھے معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں عورت کے کردار کی اہمیت کو فوجیت دیتے ہیں۔ اُن کے فن پاروں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ملک و معاشرے کی تعمیر و ترقی کے لیے مرد کی کوشش میں عورت کی پشت پناہی کتنا حصہ ڈالتی ہے جیسے رحمان مذنب کی

تخلیقات مقدس پیالہ، میواڑ کی رادھا، نقد و فاء، رام پیاری، یرو شلم کی تتلی، وغیرہ میں یہ عناصر دیکھے جاسکتے ہیں۔ رحمان مذنب عورت کے حقوق اور باعزت زندگی کے علمبردار فن کار ہے وہ معاشرے میں عورت کو اہم مقام دلانے کے خواہش مند ہیں۔ اور اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے بیشتر کہانیوں میں عورت ہی کو اہمیت دے کر مرکزی کردار کے طور پر پیش کیا ہے لیکن عورت کی بے حیائی، فحاشی اور جدید تہذیب کے نام پر عورت کے استحصال کے خلاف بغاوت کرتے نظر آتے اور جہاں بھی بے حیائی، فحاشی پھیلانے اور عورت کے استحصال کرنے والے کردار اُن کی تخلیقات میں نظر آتے ہیں تو فوراً اُن کی زندگی کی رسی کٹوا دیتے ہیں۔ جیسے "افلاس کی آغوش" میں زبیدہ کے ہاتھوں جاگیر دار کی زندگی کا پتہ کٹوا دیتے ہیں۔ تو "گوری گلاباں" میں مظلوم گلاباں کے ہاتھوں ظالم تھے خان کا، "میواڑ کی رادھا" میں حامد خان مجددی کے ہاتھوں ہوس پرست پروہت کا۔

رحمان مذنب نے اپنے بیشتر فن پاروں میں عورت کو بطور مرکزی کردار پیش کر کے اُن کے ارد گرد اپنی کہانیوں کا پلاٹ بنایا ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ رحمان مذنب نے صرف عورت کو اپنے افسانوی ادب کا محور و مرکز بنایا بلکہ انھوں نے اپنے افسانوی سرمایے کے ذریعے انسانی زندگی سے وابستہ بہت سے حقائق کو موضوع بنایا جیسے افسانہ "پتلی جان" کے ذریعے انھوں نے عورت اور مرد کے سنگم پر تیسری جنس یعنی ہجڑے کے جذبات و احساسات تک رسائی حاصل کی۔ افسانہ "نوکری" کے ذریعے بے روزگاری کی لعنت اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کو زیر بحث لایا ہے۔ افسانہ "کلاوتی اور چانکیہ" کے ذریعے کمزور و محکوم طبقہ میں جوش و ولولہ پیدا کرنے، ظالم حکمرانوں کے خلاف متحد ہونے اور اُن کے خلاف لڑنے پر کمر بستہ دکھایا ہے۔ مقدس پیالہ میں ایک طرف ظالم عیاش حکمرانوں اور سیاستدانوں کو بُرے انجام کو دکھایا ہے دوسری طرف سردار سناٹوس اور قائمہ کی عوام دوست حکومت کے ذریعے عوام پر حکومت کرنے اور سیاست کے آداب و رموز بھی سکھا دیتی ہے۔ "میواڑ کی رادھا" کے ذریعے برصغیر کے ہندو سماج میں مذہب کے نام پر فحاشی اور عریانی کو موضوع بنایا ہے۔ نیز مسلمان مصلحین ان حرافات کا سد باب کرتے دکھایا ہے۔ "زرینہ اور ہاشم" افغانستان پر روسی حملے کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ بدر بہادر ڈکیٹ انگریزوں کی من مانیوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو ان کے کاروائیوں کے خلاف مزاحمت کرتے دکھایا۔

رحمان مذنب نے افسانوی ادب میں جاگیر دار و سرمایہ دار طبقے متوسط طبقے کے ساتھ ساتھ نچلے اور غریب طبقے کے مسائل اور سائیکی کو منظر عام پر لایا ہے افسانہ "پھر کی"، "قیصر اں"، "نوکری"، "کلاوتی اور چانکیہ" اور "افلاس کی آغوش" پنجرے کے پنچھی وغیرہ میں یہ عناصر دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ طوائف کے نفسیات و حالات پر گہری نظر رکھنا بھی اُن کا خاصہ ہے۔ جس سے رحمان مذنب کے سماجی اور طبقاتی شعور کا پتہ چلتا ہے جو باطنی سطح پر چاہا ہونے

کے ساتھ ساتھ خارجی سطح پر بھی اپنے تمام تاریخی شعور اور تجربے کے ساتھ نمایاں ہوتا ہے۔ اُن کے فسانوی ادب میں ایک بات یہ بھی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ اُنھوں نے ہمیشہ تخلیقات کو خیر و شر کی باہمی آویزش کے طور پر پیش کیا ہے اور اس کش مکش اور آویزش میں خیر کو نمایاں کر کے دکھایا ہے۔ جیسے راضیہ شمشیر لکھتی ہے۔

"گویا رحمان مذنب کے ہاں افسانہ نگاری کا عمل دراصل نیک و بد کے نقوش واضح کرنے کا

ایک ذریعہ ہے جو قاری کو اس قابل بناتا ہے کہ افسانے کے ماحول سے نکلنے کے بعد اس کی نگاہ

نیکی کے پو تو پُر نور وجود اور شر کی بظاہر جگمگاتی مگر باطن تاریک ہستی کو الگ الگ پہچان سکے

رحمان مذنب کے افسانے اسی نظریہ فن کے تابع ہیں۔" (۴)

لیکن خیر و شر کے اس کش مکش میں حقیقت نگاری کو بطور خاص جگہ دی ہے اور تلخ حقائق کو بلا جھجک اور بغیر لگی لپٹی بیان کرتے وقت اُن کا قلم بے باک ہو جاتا ہے۔ اور خاص کر طوائف کے اڈوں اور کوٹھوں کی جزئیات بڑے بے باکی سے بیان کی ہیں اس وجہ سے ناقدین ادب نے رحمان مذنب کو خوشبودار عورتوں کا افسانہ نگار کہا ہے۔ رحمان مذنب نے اس موضوع کے متعلق نئے نئے پہلو سامنے لائے لیکن اس کے باوجود اُن کے اسلوب میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ملتی۔ اُنھوں نے جو لکھا بڑی احتیاط کے ساتھ ناپ تول کے لکھا۔ وہ منٹو کے ہم عصر ہے اور ان دونوں کے درمیان جو چیز مشترک ہے وہ طوائف ہے۔ لیکن دونوں کا انداز بیان اور اسلوب مختلف ہے۔ اس لیے دونوں کے اسٹائل میں بہت فرق ہے۔ ایک دوسری بات جو اُن کے قلم کو بھٹکنے نہیں دیتی وہ یہ ہے کہ وہ ایک اچھے اور مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کے والد شاہی مسجد کے مفتی تھے۔ اور مذنب اپنے والد کے ایک فرمانبردار بیٹے کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ وہ طوائف، تماش بینوں، کوٹھوں اور بالا خانوں کے حالات و جزئیات لکھتے ہیں لیکن مہذب انداز میں۔ اُن کا انداز فحش نہیں، نہ فحاشی و عریانی پھیلانے کا ذریعہ ہے بلکہ اُن کی تحریریں ان حالات کے خلاف ایک بھرپور آواز کی کیفیت لی ہوئی ہے۔ اور یہی اُن کی خاندانی شرافت کا اثر ہے۔ جو طوائف کے متعلق لکھتے وقت بھی اپنے مفتی باپ اور خاندان کی لاج رکھتے نظر آتے ہیں۔ بعض لوگ اپنے والد کے ضد اور اُلٹ ہوتے ہیں جیسے مولانا مودودی کے بیٹے حیدر فاروق مودودی اپنے تحریروں میں بالکل اپنے والد کے اُلٹ نظر آتے ہیں۔ لیکن رحمان مذنب کے ہاں کوئی ایسا مسئلہ نہیں۔ اگر بعض مخالفین نے رحمان مذنب کو فحش نگار یا جنس نگار کہا ہے تو یہ الزام بے بنیاد ہے۔ وہ فحش نگار نہیں اُن پر جن صف اول کے ناقدین نے مضامین لکھے ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی اُن کو فحش نگار یا جنس نگار نہیں کہا۔ جیسے مولانا صلاح الدین احمد، مرزا اویب، ڈاکٹر انور سدید، وزیر آغا، غلام الثقلین نقوی، صابر لودھی میں

سے کسی نے بھی اپنے تحریروں میں اُن کے متعلق کوئی ایسا خدشہ ظاہر نہیں کیا۔ رحمان مذنب ایسے افسانوں میں بیسوں جگہ بچ نکلے ہیں۔ اُن کے اور منٹو کے اسلوب کی نمایاں فرق یہ ہے کہ وہ کوٹھوں اور بالا خانوں کے فحش سے فحش مناظر کو بھی ناقابل اعتراض اسلوب اور خوش اسلوبی سے ظاہر کرنے پر قادر نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے رحمان مذنب نے تنویر ظہور کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں کچھ یوں ذکر کیا ہے:-

"اللہ کے فضل سے میرے پاس ذخیرہ الفاظ بھی ہے اور انداز بیان بھی۔ میں فحش سے فحش بات کو ناقابل اعتراض اسلوب سے ظاہر کرنے پر قادر ہوں۔ منٹو مرحوم کی اور بات تھی۔ بوتل نے اس کی روزمرہ زندگی اور اس کے قلم پر جواثر ڈالا۔ اس سے اس کے افسانے متاثر ہوئے۔ وہ ہمیشہ جلدی میں ہوتا تھا۔" (۵)

خالد اقبال یا سر رحمان مذنب کا اس سلسلے میں دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"رحمان مذنب نام کے مذنب ہیں۔ جیسے ہم میں سے بہت سے لوگ اپنے نام انکساری سے عاصی رکھ لیتے ہیں۔ ان کا موضوع طوائف ہے جنس پرستی ہے مگر موضوع کی حد تک جنسیت نہیں۔ اور اگر جنسیت بھی ہو تو لذتیت نہیں۔ حالانکہ منٹو کے ہاں لذتیت کے پہلو کہیں نہ کہیں نکل ہی آتے ہیں۔" (۶)

اُن کے ارد گرد مختلف النوع کردار موجود تھے اور بچپن سے رحمان مذنب کی اُن سے جان پہچان اور تعلق تھا۔ ان میں عیاش بھی تھے، تماش بین بھی اور عابد و صالح بھی تھے۔ حالات کی چکی میں پیسنے والی عورتیں یعنی طوائف، مجبور اور لاچار مرد بھی تھے۔ جو اپنا سب کچھ کوٹھوں اور طوائف پر لٹانے کے بعد لنگوٹ باندھ کر تاحیات صبر و قناعت کرنے لگے۔

"جواری کرنے والے ایسے کہ کسی میز یا چٹائی کے بجائے طوائف کے ننگے جسم پر پتے پھینکتے اور شوقین مزاجی کا ثبوت دیتے۔ عیاش ایسے کہ روپوں کے نوٹ کا سگرٹ بنا بنا کر خود بھی پیتے اور اپنے محبوباؤں کو بھی پلاتے اور اپنی دولت کی تشہیر کرتے۔" (۷)

تیسری جنس یعنی ایسے مرد بھی جو مرد اور عورت کے سنگم پر ہوتے ہیں۔ اور انھیں ہم ہیچوا اور خواجہ سرا جیسے ذلت آمیز الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور لوگ اس کے اس کمزوری سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور طرح طرح سے تنگ کرتے ہیں۔ رحمان مذنب نے ان سب کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا۔ لیکن ان مشاہدات کے بیان میں کہیں بھی فحاشی اور لذت پرستی کا شائبہ تک نہیں۔ رحمان مذنب خود بھی فحاشی اور لذت پرستی کو ایک فن کار اور ادیب کے لیے نقصان دہ سمجھتے ہیں:-

"فن کار جو ہڑ میں پھول اگاتا اور گندی کھاد سے پھول کھلاتا ہے، گندگی نہیں پھیلاتا۔ فحاشی اور لذت سے دور رہتا ہے کیونکہ یہ دونوں اس کے قاتل ہیں۔ آرٹ اور پلے بوائے میں زمین و آسمان کا فرق ہے"۔ (۸)

رحمان مذنب تلخ حقیقتوں کا افسانہ نگار ہے۔ وہ افسانے کو آڑ بنا کر ان ناپسندیدہ حقیقتوں سے پردہ اٹھاتے ہیں، بے نقاب کرتے ہیں اور سامنے لاتے ہیں جو ہمارے ماحول اور معاشرے میں موجود ہے۔ اور لوگ اس کو نہ چاہتے ہوئے بھی پروان چڑھاتے اور شہ دیئے ہیں۔ وہ صرف ان حقیقتوں کو بیان کرتے ہیں فحاشی اور عریانی کی نقاب کشائی نہیں کرتے۔ رحمان مذنب کے افسانوں کے طوائف وہ مظلوم و مجبور عورتیں ہیں جنہیں ہمارے معاشرے کے جرائم پیشہ افراد گھروں سے نکلوا کر بازار حسن میں بٹھانے پر مجبور کرتی ہیں۔ وہ ان حقیقتوں کو ایسے انداز سے آشکارہ کرتے ہیں کہ اسے پڑھ کر قارئین کے دل میں ان ناپسندیدہ حقیقتوں سے نفرت اور بے زاری کا جذبہ ابھرتا ہے، لذت کا احساس نہیں۔ رحمان مذنب کے پاس الفاظ کا بے تحاشا ذخیرہ بھی ہے اور انداز بیان پر کمال کی حد تک قدرت بھی رکھتے ہیں۔ وہ ایک فقرہ بھی ایسا نہیں لکھتے جس میں شائستگی نہ ہو۔ موضوع کے مناسبت سے جو کچھ کہنا ہوتا ہے وہ کہہ دیتے ہیں۔ اُن کی نگاہوں نے کوٹھوں پر جو دیکھا اور جو کرب محسوس کیا۔ اسے وہ کرداروں کے زبان سے کہہ دیتے ہیں۔ لیکن وہ بھی بڑے شائستگی کے ساتھ۔ انھوں نے لکھنے میں بڑی احتیاط برتی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی نظر آتا ہے کہ وہ ایک سرکاری ملازم بھی تھے۔ اگر منٹو کی طرح بے لگام لکھتے تو پھر انھیں بھی مقدمات کا سامنا کرنا پڑتا جس سے اُن کی نوکری بھی خطرے میں پڑتی۔ انھوں نے ادب کو روزی روٹی کا مسئلہ نہیں بنایا۔ وہ ایک خوشحال ادیب تھے۔ انھوں نے پرسکون ماحول میں لکھا۔ منٹو کی طرح پیسے کے لیے نہیں لکھا۔ منٹو کا ذہن زر خیز تھا۔ انھوں نے افسانے کو ایک ذریعہ معاش بنا کر لکھا۔

"وہ افسانہ لکھ کر پچاس ساٹھ روپے کے عوض کسی پبلشر کو دے دیتے اور پبلشر افسانہ رکھ کر تجوری سے پیسے دے دیتا۔ اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا اور جب آٹھ دس افسانے اکٹھے ہو جاتے تو پھر پبلشر اسے چھاپ دیتا۔ اس لیے منٹو کے افسانوں کی خاص بات یہ تھی کہ انھوں نے پیسے کمانے کی خاطر لکھ کر پبلک کو خوش کرنے کی خاص اہتمام کی۔ اس وجہ سے وہ ایک پاپولر ادیب بن گئے۔ مذنب کی نسبت منٹو کی پبلک ڈیمانڈ زیادہ تھی۔" (۹)

اس لیے ایک طویل عرصے تک ادبی دنیا میں منٹو پر ستوں نے اس سوال پر غصے اور ناراضی کا اظہار کیا کہ رحمان مذنب منٹو سے بڑا افسانہ نگار ہے۔ لیکن رحمان مذنب کی فنی پختگی اور اسلوب بیان نے ان کو منٹو کے برابر مقام پر بٹھا دیا ہے۔ اس حوالے سے خالد اقبال یاسر کا بیان سند کا درجہ رکھتا ہے۔

"ان کے افسانے منٹو کی طرح مختصر نہیں بلکہ عام طور پر طویل مختصر افسانے ہوتے ہیں۔ منٹو کے پاس وقت کم تھا۔ اور اس کی ضروریات زیادہ تھی یا اس کے مزاج ہی میں عجیب سی بے چینی تھی۔ جس نے اسے کفایت لفظی سکھائی اور اس کفایت لفظی سے موثر اور دل میں تیر کی طرح پیوست ہو جانے والے افسانے لکھوائے۔ اس کا ذہن بے حد زرخیز تھا۔ مگر اس نے افسانے کو نقد آور فصل سمجھ لیا۔ پھر بھی جس طرح اس کی اسلوب کی پیروی ممکن نہیں۔ اسی طرح رحمان مذنب جیسے افسانے لکھنے بھی آسان نہیں۔ ان کے لیے زندگی بھر کا مطالعہ، مشاہدہ اور تجربہ چاہیے۔" (۱۰)

ظاہر ہے جب گھر اور بیوی بچوں کی ضرورتوں کا کوئی اور وسیلہ نہ ہو۔ بلکہ ایک ادیب کی معاشی ذمہ داریوں کا انحصار صرف ان کی تحریروں اور افسانوں پر ملنے والی رقم تک محدود ہو تو اس فکر میں زیادہ سے زیادہ اپنے قارئین کو خوش رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اس لیے وہ ایک پبلک رائٹر بن جاتا ہے۔ اس طرح قارئین میں مذنب کی نسبت منٹو کی تحریروں اور افسانوں کی طلب بڑھنے لگی۔ رحمان مذنب کو چونکہ روزی روٹی کا کوئی مسئلہ نہیں۔ اس لیے انھوں نے اپنے افسانوں کو چھپوانے میں بڑی دیر کر دی۔ مذنب جیسے عظیم فن کار اپنی خود دارانہ اور درویشانہ طبیعت کی وجہ سے ہر وقت منظر عام پر نہ آ سکے اور زمانے کی مار کھا گئے۔ قارئین کی بڑی تعداد ان کے کام اور نام سے واقف نہیں۔ وہ چونکہ

بیٹھک کے آدمی تھے صرف لکھنے پڑھنے سے عرض رکھتے۔ شہرت، دولت اور ناموری کی لالچ سے بالاتر ہو کر لکھناؤں کا مقصد حیات تھا۔

ایک ادیب اور تخلیق کار کی بڑی خوبی و کامیابی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے عہد اور ارد گرد کے ماحول، حالات و واقعات کو اپنے فن پاروں میں پیش کرتا ہے۔ اپنے عہد، معاشرت اور تہذیب کو اپنی تخلیقات کے ذریعے دوام بخشتا ہے۔ اور اس سے فن کی بقا ہوتی ہے بقول ڈاکٹر احراز نقوی:-

"فن کی تخلیق اور نشو و نما میں اس کے عہد کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ ہر فن کار اپنے عہد کا اکتساب کرتا ہے اور اس سے متاثر ہوتا ہے۔۔۔۔ فن کار کا شعور، ادراک اور تخلیقی رد عمل اس پس منظر میں مرتب ہوتا ہے۔ پھر اس کی تخلیقی متاع اس کے عصر کا شفاف آئینہ بن جاتی ہے جس میں ہم اپنی اجتماعی زندگی کے تمام خط و خال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔" (۱۱)

اگر مذنب کی تخلیقات اور افسانوں کا جائزہ لیا جائے تو اس کی پہلی خوبی یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنے عہد کے حالات و واقعات، ارد گرد کے ماحول و معاشرت کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ انہوں نے تہذیب معاشرت اور فرد کو اپنا محور بنا کر ان تمام حقائق کو سامنے لایا جو ان سے وابستہ ہیں یا ہو سکتے ہیں۔

حوالہ جات:

- ۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، مواجہہ رحمان مذنب، مشمولہ، کتاب، تجھے ہم ولی سمجھتے، مرتب، انور سدید، رحمان، ادبی ٹرسٹ لاہور، ص ۳۱۸
- ۲۔ ایضاً، ص ۳۱۹
- ۳۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، اردو افسانے کی روایت، دوست پبلی کیشنز ۱۹۰۳ء تا ۲۰۰۹ء، ص ۸۹ تا ۹۹
- ۴۔ راضیہ شمشیر، رحمان مذنب کی افسانہ نگاری، مقالہ برائے ایم فل اردو اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۲۰۰۳ء ص ۱۳۳
- ۵۔ تنویر ظہور مواجہہ رحمان مذنب، مشمولہ، تجھے ہم ولی سمجھتے، ص ۲۸۲
- ۶۔ خالد اقبال یاسر، رحمان مذنب، گرینڈ اولڈ مین آف لیٹرز، مشمولہ "تخلیق" اپریل ۲۰۰۵ء، ص ۱۰۲
- ۷۔ ڈاکٹر عرفان احمد خان، مواجہہ مضمون نگار بذریعہ ٹیلی فون، ۷ اکتوبر ۲۰۱۸ء

- ۸۔ رحمان مذنب، قلم کتاب اور زندگی، مشمولہ، افسانوی مجموعہ، پتلی جان، ص ۲۰
- ۹۔ ڈاکٹر عرفان احمد خان، مواجہہ مضمون نگار بذریعہ ٹیلی فون، ۷ اکتوبر ۲۰۱۸ء
- ۱۰۔ خالد اقبال یاسر، رحمان مذنب، گرینڈ اولڈ مین آف لیٹرز، مشمولہ "تخلیق" اپریل ۲۰۰۵ء، ص ۱۰۰
- ۱۱۔ احرار نقوی، ڈاکٹر، رتن ناتھ سرشار بحیثیت ناول نگار، مغربی پاکستان۔۔۔ "اُردو اکیڈمی لاہور، ۲۰۰۶ء،